شاہ بلیغ الدین

حضور اکرم ﷺ

رنگ میں ملاحت ۱، بیان میں فصاحت، چوڑا ماتھا، پتلے ابرو ۲، بڑی بڑی سرگیں آنکھیں ۳، ان میں لال ڈورے، اونچی ناک، کُشادہ دہن، موزوں رخسار ۴، حضور اکرم ﷺ کا قد سجیلا تھا۔ نہ بڑا تھا نہ چھوٹا ۵ مگر تھا ذرا نکلتا ہوا۔ ۶ ایک بات خاص تھی۔ کوئی ساتھ ہوتا تو اس کا قد دب جاتا۔ آپ ﷺ ہی بالا بلند دکھائی دیتے تھے ۷۔

رسالت پناہ ﷺ کی صحت نہایت اچھی تھی۔ بدن بھاری نہ ہلکا، درمیانہ تھا۔ اقامت کے لیے نہایت زیبا۔ جلد نرم، سینہ فراخ، پیٹ دبا ہوا، سر بڑا تھا۔ بال کالے مُلائم اور لمبے تھے۔ کوئی کہتا کان کی لَو تک پہنچتے کوئی کہتا کندھے پر پڑے رہتے۔ ۸ ڈاڑھی گول گھنی، قریب تھا کہ سینہ ڈھک لے ۹ موچھیں ترشی ہوئی۔ سید العرب والعجم کو اللہ نے احسنِ تقویم کے کمال پر پیدا کیا تھا۔

برآء بن عازبؓ سے پوچھا گیا...... کیا رسالت مآب ﷺ کا چہرہ کھڑا تھا، تلوار کی طرح لمبا اور پتلا؟ بولے...... نہیں! مجھے تو ماہتابی معلوم ہوتا تھا۔ روایتیں ہیں۔ بالکل گول نہیں تھا، ذرا کتابی چہرہ تھا۔ روشن تاباں تاباں! کعبؓ بن مالک کہتے ہیں...... کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرۂ مبارک کھل اٹھتا۔ انہوں نے تشبیہ دی...... روئے مبارک چاند کا ٹکڑا بن جاتا۔ یہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی کہتے تھے۔ ان کا خیال تھا' چہرہ چاند کا ہالہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کے بازو سڈول ہتھیلی چوڑی بھرواں، انگلیاں بڑی تھیں رواں، ایڑی پتلی، پاؤں گداز ان کی جلد روغنی تھی۔ پیر دھوتے تو پانی ڈھلک جاتا تھا۔ رفتار میں متانت بھی تھی، تواضع بھی۔

---

۱ خود بدولت ﷺ فرماتے! مجھ میں ملاحت ہے میرے بھائی یوسفؑ میں صباحت تھی۔

۲ جُٹ بھنویں نہیں تھیں۔

۳ بڑی تھیں' باہر نکلی ہوئی نہیں تھیں۔ (حضرت علیؓ)

۴ رخسار لانبے تھے' پھولے ہوئے نہیں تھے۔ (مواہب لدنیہ)

۵ انس بن مالکؓ اور برآء بن عازبؓ (بخاری کتاب مناقب۔ صفات نبوی)

۶ صورت شکل کی تفصیلات: بخاری، ترمذی، مسلم، بیہقی، قسطلانی اور زرقانی سے لی گئیں۔

۷ زرقانی (شرح مواہب)

۸ تیل آپ بہت کثرت سے ڈالتے تھے۔ آخر عمر میں بھی بیس سے زیادہ بال سفید نہیں ہوئے تھے۔ آپ ﷺ بالعموم بال ترشواتے۔ حج اور عمرے کے موقع پر البتہ سر گُھٹاتے تھے۔

۹ ریش مبارک چار انگل سے کم نہ تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں......آپ ﷺ چلتے تو معلوم ہوتا کہ زمین خود ہی لپٹتی جا رہی ہے۔تیز رفتار نہ تھے بلکہ ہم ساتھ نہ دے سکتے تھے۔قدم ملاتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے ہم دوڑ رہے ہیں۔کبھی پیدل نکل کھڑے ہوتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ساتھ ہوتا تو فرماتے......آگے آگے رہو میرے پیچھے فرشتوں کی جگہ ہے۔[1]

والدہ محترمہ نے محمد (ﷺ) نام رکھا[2] دادا نے اسی نام کا اعلان کر دیا۔لوحِ محفوظ پر بھی یہی نام لکھا تھا۔یہی اسم ذات ٹھہرا اور آمنہ کا جگر گوشہ اسم با مسمّٰی نکلا۔یہ بخت و اتفاق نہیں فیصلۂ ربّانی تھا۔آل عمران[3]، الاحزاب[4]، الفتح[5] یہ نام آیا اور ایک پوری سورت[6] کا عنوان ہے......محمد......اس کی دوسری آیت میں ربّ المشر قین و المغر بین نے پھر یہ پیارا نام لیا ہے......نام محمد! جس پر اللہ بھی اور اس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں۔[7]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی......میرے بعد آنے والا احمد[8] ہوگا۔

آپ ﷺ محمد بھی کہلائے اور احمد بھی اور بھی کئی ناموں سے پکارے گئے۔ایک مواہب اور شرح مواہب میں آٹھ سو نام ملتے ہیں۔کچھ ایسے بھی نام ہیں جو خدا کے نام بھی ہیں۔ایک ایک نام ایک ایک دبستان ہے۔

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ......میں محمد ہوں، احمد ہوں، حاشر ہوں، تاج ہوں، خاتم ہوں، عاقب ہوں۔حاشر، خاتم اور عاقب ایسے نام ہیں جو صاف بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

نگاہ پاک، ذہن پاک، کپڑے پاک، صاحبِ صدق وصفا کا رُواں رُواں پاک تھا۔ہاتھ پاؤں ستھرے، چہرہ تازہ، دانتوں میں موتی کی ڈلک، ہیرے کی للک، سامنے کے دونوں دانتوں میں ذرا سا شگاف تھا۔ابنِ عباسؓ کہتے ہیں۔یہ فصل بڑا حسین معلوم ہوتا۔

---

[1] شرح مواہب جلد چہارم ص ۲۱۹

[2] حضرت آمنہ فرماتی ہیں خواب میں القا ہوا کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوں تو میں آپ کا نام محمد رکھوں۔(مواہب لدینہ بحوالہ ابو نعیم اور ابو سعید عبدالمالک نیشا پوری صاحب معجم کبیر)

[3] آیت ۱۴۴۔ [4] آیت ۴۰۔ [5] آیت ۲۹۔ [6] اڑتالیسویں سورت ہے۔ [7] سورۃ الاحزاب

[8] سورۃ صف آیت ۶۔انجیل میں آپ ﷺ کے لیے فارقلیط۔احمد اور محمد کے نام استعمال ہوئے ہیں۔خیال ہے آخری نام محمد ﷺ کی سریابی شکل ہے۔یوحنا کی انجیل باب ۱۴ اسطور ۲۵۔۲۶، اور باب ۱۶ اسطرے میں ان ناموں کی تفصیل تھی پاکستان بائیبل سوسائٹی لاہور نے کتابِ مقدس کے نام ۱۹۶۵ء جو ترجمہ شائع کیا اس میں ان جگہوں پر ایک جگہ مددگار یعنی روح القدس، دوسری جگہ مددگار کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ابن ہشام جلد نمبرا، ابن سعد جلد نمبرا اور متدرک باب دوم کے حوالوں میں مذکورہ بالا نام دیئے گئے۔ولیم میور سرے سے کسی بشارت کا قائل نہیں اُس کا کہنا ہے کہ کسی شاطر راہب نے آنے والے مددگار کا اطلاق حضور اکرم ﷺ پر کرنے کے لیے اپنی طرف سے نام احمد لکھ دیا۔میور تحقیق کے میدان کا مرد نہیں، اکثر حقائق میں تحریف کا عادی ہے، بشارت توراۃ اشعیا نبی کی کتاب میں بھی ہے۔

تازہ وضو کے جُویا۔ نہانے کے عادی، آپ ﷺ کثرت سے مسواک کیا کرتے تھے حتیٰ کہ بستر پر بھی یہ سُنّت نہ چھوٹی۔ ارشاد تھا...... مسواک کرنے سے بینائی کو جلا ملتی ہے۔ [1]

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں۔ فرمان تھا...... مسواک کرنا بجز موت کے ہر بیماری سے شفا دیتا ہے۔

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے سنا، آپؐ نے فرمایا...... مسواک کرنا فصاحت کو بڑھاتا ہے۔

آپ ﷺ طاہر بھی تھے طیب بھی۔ بدن میں خوشبو، سانس میں مہک۔ پسینہ بھی معطر تھا۔ مستشرقین لکھتے ہیں، یہ کثرت سے عطر استعمال کرنے کا نتیجہ تھا۔ ارشاد تھا...... میری امت پر بار ہونے کا خیال نہ ہوتا تو میں مسلمانوں کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے اور خوشبو استعمال کرنے کا حکم دیتا۔

ختمی مرتبت ﷺ دیکھنے میں خوش رُو، میل ملاپ میں خوش اخلاق، یکتائے زمانہ یکتائے روزگار تھے۔ آپ ﷺ کی خاموشی میں جلال تھا گویائی میں جمال [2] اپنی ذات کے لیے آپ ﷺ نے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا، کبھی کوئی ناشائستہ لفظ زبان سے نہ نکلا [3] کبھی کسی کا برا نہ چاہا کسی کا دل نہ توڑا [4]۔ دوستوں کے لیے رؤف و رحیم [5] دشمنوں کے لیے کریم و حلیم انتقام کے بجائے احسان فرماتے۔ کمال کی قدر کرتے شہسواروں، نیزہ بازوں کا دل بڑھاتے۔ پیراکی میں دلچسپی تھی۔

کُشتی میں طاق تھے۔ شعر سنتے۔ خوابوں کی تعبیر دیتے تھے۔ معمار بھی تھے۔ عمارت ساز بھی محنت سے کبھی جی نہ چُراتے۔ اپنا ہی نہیں دوسروں کا کام بھی کر دیا کرتے۔ آپ ﷺ نیک نامی سے خوش ہوتے' بدنامی کو پسند نہ فرماتے۔ مہمانوں کی تعظیم کرتے' ہمسایوں کی تکریم۔ حیا ایسی تھی لحاظ ایسا کہ صاحبِ قاب و قوسین ہو کر بھی تمکنت سے نہ بیٹھتے تھے۔ صحابہؓ کے ہجوم میں بھی پیر نہ پھیلاتے۔

سچے ایسے کہ چشم فلک نے ایسا سچا کوئی نہ دیکھا۔ دوست دشمن بھی اس خوبی کا اعتراف کرتے [6]

بدر کی لڑائی کا دن تھا۔ میدانِ جنگ میں تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی پھنکار میں بنو زُہرہ کے سردار اخنس بن شریق نے ابو جہل سے پوچھا...... کہو محمد (ﷺ) سچے ہیں یا جھوٹے؟ دل کی بات بتانا۔ سچ پر پردہ نہ ڈالنا [7]

---

[1] حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ (کنز العمال جلد پنجم ص ۷۵)

[2] یہ خدا کی رحمت تھی کہ آپ ﷺ خوش اخلاق شیریں زبان تھے۔ تُند خُو اور دُرشت مزاج نہیں تھے۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۵۹ خوش اخلاقی عبادت ہے۔

[3] حکم ہے کہ ہر ایک سے شائستگی سے بات کرو۔ سورۃ بقرہ آیت ۸۳ ۔ [4] سورۃ لقمان آیت ۱۸ ۔

[5] سورۃ توبہ آیت ۱۲۸

[6] بے داغ سیرت پر ہم وطنوں نے یہ لقب دیا (حیاتِ محمد ﷺ ولیم میور ہیروز۔ تھامس کارلائل)

[7] تفسیر ابنِ جریر۔ جلد ہفتم

وہ ایک زمانے کا بیری کبر و نخوت کا پُتلا۔ نعرۂ حق سنتا تو اس کے سر پر گاج گرتی۔ سینے پر سانپ لوٹ جاتا۔ صفا کی پہاڑی پر آپ ﷺ کو زخمی کر چکا تھا آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنا چکا تھا، اس موقع پر دل کی بات کہہ گیا کہ...... آدمی سچے ہیں، کبھی جھوٹ ان کی زبان پر نہیں آیا۔

حضرت علیؓ [1] اور ناز عہ بن کعب [2] کی روایت ہے۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے کہا...... ہم آپ کو جھوٹا نہیں سمجھتے لیکن آپ کے پیغام کو جھٹلاتے ہیں۔

یہی بات ابوسفیان کی زبان سے نکلی۔ حضور اکرم ﷺ نے قیصر روم کو جب اسلام کی دعوت بھیجی تو اتفاق سے ابو سفیان اُن دنوں شام میں تھا [3] قیصر نے اسے بلا بھیجا، پوچھا... جو نبی تمہارے ملک میں پیدا ہوئے ہیں کیسے آدمی ہیں؟

ابوسفیان چاہتا تھا کہ بات بنائے لیکن بنا نہ سکا۔ قیصر نے سوالات مرتب کر دیئے تھے مجبوراً حق زبان پر آ گیا۔ کچھ یوں بولا...... سچے ہیں، امانت دار ہیں، اچھے ہیں، ان کے ماننے والوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔ برائی بس اتنی کہ ہمارے بتوں کو برا کہتے ہیں۔ ہادیٔ برحق ﷺ زبان کے سچے قول کے پکے، دل کے صاف تھے۔ کھرے ایسے کہ سچا موتی۔ لہجہ شیری، باتیں میٹھی۔ حق کے سوا کبھی زبان سے کچھ نہ نکلتا تھا [4]

باتیں کرتے تو ٹھہر ٹھہر کر۔ کوئی گننے والا چاہتا تو الفاظ گن لیتا۔ ہاتھ کھلا تھا۔ سخاوت کا یہ حال جیسے بہتی ہوا۔ روک تھی ہی نہیں۔ پلّے کچھ نہ ہوتا تو قرض لے لیتے لیکن سخی داتا سائل کو کبھی خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ حکم ہے...... خوش حالی اور تنگ دستی دونوں حالتوں میں اللہ کی راہ میں دیئے جاؤ [5]

بیواؤں، یتیموں، مسافروں اور بے نواؤں کے غمگسار۔ زندگی بھر یہی کرتے رہے، منہ کا نوالہ دوسروں کو دے دیتے۔ فقر و غنا کی ایسی شان کیا کسی نے دیکھی ہوگی۔ بڑے صابر۔ بڑے شاکر تھے۔ وقت بے کار کبھی نہ کھوتے۔ شب و روز کو تین حصوں میں بانٹ رکھا تھا...... ایک حصّہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے، ایک حصّہ بندگانِ خدا کی خدمت کے لیے، ایک حصہ خدا کی عبادت کے لیے [6] اوقات کی بڑی صحت مند تقسیم تھی۔ آپ ﷺ بیوی بچوں کا پورا حق ادا کرتے۔ نقطۂ عدل سے ذرا نہ ہٹتے۔ نظم و ضبط کے سخت پابند تھے لیکن تُرش رو بالکل نہیں تھے

---

[1] تفسیر سورۃ انعام جامع ترمذی

[2] بیضاوی تفسیر

[3] عبداللہ بن عباسؓ (باب جہاد بخاری)

[4] اے ایمان والو ہمیشہ زبانِ سے حق کہا کرو (سورۃ احزاب آیت ۷۰)

[5] سورۃ آلِ عمران آیت ۱۳۴

[6] روایت حضرت علیؓ

جس سے ملتے مسکرا کر ملتے۔ نبوت کی گراں بار ذمے داریوں نے آپ ﷺ کو خشک مزاج نہیں بنایا تھا۔حضرت عائشہ فرماتی ہیں...... گھر میں آتے تو مسرّت کی لہر دوڑ جاتی۔ اوٹ پٹانگ باتیں کبھی نہ کرتے۔ مجلس میں قہقہہ نہ لگاتے، بلا اجازت کسی کے گھر میں نہ جاتے۔ سلام میں پہل کرتے۔ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ خود نماز پڑھتے تو چاہتے کہ لمبی ہو جائے۔ خطبہ دیتے تو یہ کوشش کرتے کہ چھوٹا ہو جائے۔ اکثر قبلہ رُو رہتے۔ ذرا فرصت ملتی تو ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔

ارشاد تھا...... میں زمانۂ امن میں بھی رحمت ہوں اور زمانۂ جنگ میں بھی رحمت۔ مسلمانوں کو جہاد پر روانہ فرماتے تو سالار لشکر کو نصیحت فرماتے...... یاد رکھو! تم میں خدا کے نزدیک بڑا وہ ہے، جس کا عمل اچھا ہے[1] جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں انہیں اپنا بھائی سمجھو۔ ہر دم ان کی بھلائی کا خیال رکھو۔

مجاہدوں سے فرماتے......خدا کی راہ میں خدا کے نام پر کافروں سے لڑنا، خیانت اور بدعہدی سے بچنا لاشوں کو بے حُرمت نہ کرنا۔ عورتوں بچوں اور بوڑھوں سے اچھا سلوک کرنا، انہیں قتل نہ کرنا۔ پھر ارشاد ہوتا...... میں تمہارے فرض کی امانت اور تمہارے اعمال کے نتائج کو خدا کے حوالے کرتا ہوں۔ دنیا کہتی ہے جنگ میں ہر بات روا ہے۔ مجاہد اعظم ﷺ نے تلقین کی کہ جنگ کے بھی آداب ہیں انہیں ملحوظ رکھو۔ فرمایا...... جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے [2] جہاد (قتال) دین کا کوہان ہے۔ بہت بڑی عبادت [3]......!

جہاد میں ظلم زیادتی کا کیا سوال؟ یہی وجہ ہے کہ مسلمان میدانِ جہاد میں ہوتا ہے تو سخت نظم وضبط کا پابند ہوتا ہے اور بلا وجہ خُوں ریزی نہیں کرتا۔ لڑائی سے پہلے خیر البشر ﷺ لڑائی کو ٹالنے کی ہر ممکن کوشش کرتے[4]۔ صلح وصفائی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ اس پر بھی دشمن نہ مانتا تو اللہ کے نام پر اٹھ کر کھڑے ہوتے، آپ ﷺ کے عہد کی کوئی لڑائی جارحانہ نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ کشور کُشائی کے لیے آپ ﷺ نے کبھی تلوار نہیں اُٹھائی۔

فتح کے بعد آپ ﷺ تین دن تک اُس جگہ قیام فرماتے۔ لڑائی کے بعد پھر کبھی ایسا نہ ہوتا کہ دشمن کو پریشان کیا جاتا۔ ایک بات آپ ﷺ میں ایسی تھی کہ کسی سپہ سالار میں دیکھی نہ سُنی۔ وہ ہے خونِ انسانی کا احترام! پیغمبروں میں کسی نے

---

[1] سورۃ الحجرات آیت ۱۳

[2] مستدرک باب جہاد، عبداللہ بن ابی اوفی بخاری باب جہاد۔

[3] یہ عبادت حیاتِ جاوداں عطا کرتی ہے (بقرہ آیت ۱۵۴)۔ جہاد وہ تجارت (عبادت) ہے جو آخرت کے عذاب سے بچا لیتی ہے (سورۃ صف آیت ۱۰) مومن اور سچا وہ ہے جو جان ومال سے جہاد کرتا ہے (حجرات آیت ۱۵) جہاد سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں (ابو ہریرہؓ۔ باب فضیلت جہاد، بخاری) اللہ کی راہ میں ایک رات پہرہ دینا ایک ہزار راتوں کے قیام اور ایک ہزار روزوں سے افضل (عبادت) ہے۔ (مسند احمد)

[4] سورۃ بنی اسرائیل آیت ۱۵۔ لڑائی کا حکم اس وقت ہے جب سمجھانے کی منزل ختم ہو جائے۔

آپ ﷺ کے برابر لڑائیاں نہیں لڑیں۔ جب اللہ کے آخری نبی نے دنیا سے پردہ فرمایا تو دس لاکھ مربع میل کے علاقے پر لا الہ الا اللہ کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اتنی بڑی مملکت کے قیام کے لیے تلواریں نے نہیں، آپ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کے خُلقِ عظیم نے کام کیا۔ اس حقیقت کو معلوم کرنا ہو تو یہ دیکھیے کہ عہد نبوی ﷺ کی جنگوں میں کتنے لوگ کام آئے، ایک سو بیس مسلمان اور ڈیڑھ سو سے کچھ زیادہ مشرک۔ خونِ انسانی کا یہ احترام دنیا کی کسی تاریخ میں' کسی دور میں نہیں ملتا۔ کس قدر سچ ہے یہ بات کہ امن کے دن ہوتے یا جنگ کا زمانہ۔ ہر حال میں آپ ﷺ دنیا کے لیے رحمت ہی رحمت تھے...... خیر مجسم!

صاحبُ التّاج والمعراج ﷺ مبلّغ بھی تھے، معلم بھی، مصلح بھی تھے، مرشد بھی۔ ہر طرح نمونہ کامل تھے۔ رزم میں بھی ایک بزم میں بھی ایک! بندوں میں سب سے اعلیٰ۔ خالق کے سب سے زیادہ محبوب تھے۔ ۱؎ اور آپ ﷺ ہی سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ دن میں روزے رکھتے۔ روزے بھی ایسے کہ متّصل ۲؎ رات کو نماز پڑھتے۔ نمازیں بھی ایسی کہ مسلسل ذکر اذکار، تسبیح وتہلیل الگ۔ عرض کیا جاتا کہ خدا نے آپ کو برگزیدہ بندہ بنا کر پیدا کیا ہے اگر آپ ﷺ حد سے زیادہ بڑھی ہوئی محنت نہ اُٹھائیں تو کیا حرج ہے۔ خود اللہ جلّ جلالہ کا فرمان ہے...... ہم نے یہ قرآن اس لیے نہیں اُتارا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ ۳؎ جواب میں ارشاد ہوتا ہے...... کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ کبھی اپنی صاحبزادی سے فرماتے...... خبردار فاطمہ! یہ نہ سمجھنا کہ میری بیٹی ہو' عمل سے اپنی عاقبت سنوارو۔ خود مجھ پہ کیا گزرے گی' میں کہہ نہیں سکتا!

اللہ اللہ کیا پاکیزہ تعلیم تھی۔ کتاب وحکمت کا کیسا سچا اور اچھا درس تھا۔ جبھی تو حجۃ الوداع ۴؎ کے آخری لمحوں میں کوئی سوا لاکھ بندگانِ خدا سے جو اس موقع پر حاضر تھے۔ دریافت فرمایا...... کیا میں نے اللہ کے احکامات تم تک پہنچا دیئے؟

یک زبان ہو کر سب نے اقرار کیا...... جی ہاں! یا رسول اللہ (ﷺ) ۵؎

قلب ونظر، شمس وقمر، کوہ وکمر سب گواہ تھے کہ پیمبری کا حق ادا ہوا۔ انسانی سروں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا تھا کہ گواہی دے رہا تھا۔ کسی نبی کو کسی امت نے ایسا نہ چاہا جیسے آپ ﷺ چاہے گئے۔ کسی رسول نے اپنی زندگی میں اپنے ماننے والوں کی اتنی بڑی تعداد نہ دیکھی۔

جواب سن کر دانائے سُبل، ختم الرسل ﷺ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ...... مولا! سُن لے' تیرے بندے کیا کہتے ہیں؟ جب بندوں کا لفظ زبان پر آیا تو انگشتِ شہادت سے زائرین حج کی طرف اشارہ کیا۔ فضا میں ہر طرف تسبیح وتقدیس کا ہمہمہ تھا۔ دل میں درود وسلام اور لب پہ درود وسلام لیے اللہ کے نیک بندے ہادیٔ برحق کی ایک ایک بات دل سے سن رہے تھے کہ مژدہ سنایا گیا۔

''آج ہم نے دین کو مکمل کر دیا۔ اپنی نعمتیں بندوں پر تمام کیں اور اسلام کو دینِ عالمگیر بنا کر خوش ہیں۔'' ۶؎ اے سبحان اللہ! کیا مژدہ تھا۔ اسی دن کا تو صبح ازل سے انتظار تھا۔ اللہ نے قبولیت دی تو بے پناہ قرب عطا فرمایا تو دائمی۔ اے خوشا کیا مقام ہے۔ بے مثل بے نظیر......

اے شہنشاہِ رُسل ختمِ رُسل فخرِ رُسل
خو ب سے خوب اسلوب ہوا خوب ہوا
تُو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا
یا نبی خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا

---

۱ خُلق عظیم (سورۃ قلم ۔آیت ۳) بلند تر مقام (سورۃ انشراح آیت ۴) خیر کثیر (سورۃ کوثر) میری محبوب کی پیروی کرو' اگر مجھ سے محبت ہے۔(آل عمران: آیت ۳۱)

۲ صحیح مسلم۔کتاب الصوم۔

حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متصل روزے رکھنے کی اجازت نہیں دی۔اپنے بارے میں ارشاد فرمایا کہ مجھے میرا اللہ کھلاتا پلاتا رہتا ہے۔ابوسعید خدری کی ایک روایت ہے کہ سحری سے سحری کو ملانے کی البتہ اجازت دی گئی ہے لیکن دوسرے روزے کے لیے سحری کھانا ضروری ہے۔امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کا خیال ہے کہ متصل روزوں کی ممانعت قطعی ہے۔

۳ سورۃ طہٰ، آیت ۲ ابتدائے اسلام میں تہجد کی نماز فرض تھی پھر سورۂ مزمل کی بیسویں آیت میں جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جاسکے' پڑھ لو' کا حکم آیا تو تہجد کی نمازیں فرض نہ رہیں۔اُن دنوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رات رات بھر جاگا کرتے تھے۔اس آیت کے نزول کے بعد بھی سرکار دو عالم ﷺ کی شب بیداریاں باقی رہیں۔

۴ ذی الحجہ ۱۰ھ م فروری ۶۳۲ء تین مہینے بعد ربیع الاوّل میں آپ کا وصال ہوا۔اسی مہینے میں آپ پیدا ہوئے۔تاریخ میں البتہ اختلاف ہے۔۹ ربیع الاوّل کی روایت حضرت جبیر بن مطعم اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے۔ابن شہاب زہری نے یہ روایت محمد بن جبیر بن مطعم کے حوالے سے بیان کی ہے' جو اپنے زمانے کے مشہور مورخ اور علم انساب کے بہت بڑے ماہر مانے جاتے تھے۔ابن حزم، حمیدی، قضاعی، مسعودی، قسطلانی اور مصر کے مشہور ہیئت دان محمود پاشا اسی تاریخ کو درست سمجھتے ہیں۔کیونکہ پیر کا دن ۹ تاریخ کو آتا ہے یا ۲ ربیع الاوّل کو۔۹ ربیع الاوّل کی طرف زیادہ رجحان ہے۔۱۲ ربیع الاوّل کی روایت ابن اسحاق کی ہے۔ابن خلدون نے اپنی تاریخ اور تاریخ الانبیاء میں یہی تاریخ دی ہے۔اسی دن اہل مکہ آنحضرت ﷺ کی ولادت کی یاد تازہ کرتے ہیں۔برصغیر پاک و ہند میں بھی اسی تاریخ کا چلن ہے۔

۵ بخاری، یہ بیان حجۃ الوداع روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

۶ سورۃ مائدہ، آیت ۳۔

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جس دین کی ابتدا کی تھی۔اب وہ دین تعلیمات محمدی ﷺ کے ساتھ قیامت تک کے لیے مستقل و متعین کر دیا گیا۔اب نہ کوئی کتاب نازل ہوگی، نہ کوئی پیمبر مبعوث ہوگا۔

☆......☆......☆